عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

رجب ۱۴۳۰ھ/ جولائی ۲۰۰۹ء

RegNo.P476

جلد:ھفتم

شمارہ:11

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/-روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای-میل: physiologist72@yahoo.com

<<< mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

ذِکرِالٰہی (تیسری قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

مقصودِ ذکر:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (الجمعہ:۱۰)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ o (العنکبوت:۵)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے۔

ذکرِ الٰہی کی اہمیت و تاکید سے قرآن حکیم اور احادیثِ نبویہ کا صفحہ صفحہ روشن ہے۔ ذکر فریضۂ عبدیت، لازمۂ محبت، موجبِ رضئے الٰہی، جاذبِ رحمتِ رحمانی اور جالبِ توجہاتِ ربانی ہے۔ ایمان کا تقاضا گایت حبِّ الٰہی ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (البقرۃ:۱۶۵)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان والے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت انتہائی درجے کی رکھتے ہیں۔

اور ایمان اور اعمالِ صالحہ محبت کی نشو ونما کا بڑا ذریعہ ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا o (مریم:۹۶)

ترجمہ: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیئے رحمٰن (خدا) اُن کے لئے محبت پیدا کر دے گا۔

محبت کا منطقی نتیجہ ''یادِ محبوب'' ہے کہ محبت خود 'یاد' کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اس لئے عقل و ہوش رکھنے والا محبین کا وہی گروہ ہے جو آیاتِ الٰہیہ میں غور و فکر کے ساتھ ہر حال میں یادِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰماً وَّ قُعُوْداً وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (اٰل عمران:۱۹۱)

ترجمہ: وہ لوگ جا اللہ تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) یاد کرتے ہیں۔

یہ وہی طبقہ ہے جسے معاش کے مشاغل یادِ حق سے غافل نہیں کرتے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور:۳۷)

ترجمہ: ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت یادِ الٰہی سے غافل نہیں کرتے۔

صادقین و مخلصین کا یہ گروہ یادِ حق محض امرِ الٰہی سمجھ کر رضائے ربانی کے لئے کرتا ہے کہ اُن کی محبت بھی حکمِ ربانی سے ناشی ہوتی ہے اور محبت کا تقاضا بھی اپنی چاہت کا پورا کرنا نہیں بلکہ رضائے دوست کے لئے مرمٹنا ہے۔

؎ فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از اُو غیرِ اُو تمنائے

(ترجمہ: جدائی اور ملاقات کیا چیز ہے دوست کی رضا ڈھونڈنی چاہئے کیونکہ اُس سے اُس کی رضا کے علاوہ کسی اور کی آرزو کرنا تو بڑے افسوس کی بات ہے۔)

بے شک داعیۂ محبت یادِ حبیب ہے اور ثمراتِ ذکر کا حساب نہیں لیکن اصل مقصودِ ذکر فقط ادائیگی فرض اور حصولِ رضائے ربّ ہے۔ عاشقِ صادق کی نگاہ اپنے پر نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی نگاہ ہر آن منشائے محبوب کی تلاش و جستجو میں اور اس کے اشاروں پر دل و جان سے عمل کرنے میں گزرتی ہے۔

؎ عاشقی چیست بگو بندہ جاناں بودن
دل بدستِ دیگرے دادن و حیران بودن

ترجمہ: عاشقی کیا ہے کہو کہ محبوب کا بندہ بن جانا۔ دل دوسرے کے ہاتھ میں دے دینا اور حیران ہو جانا۔

مدعا یہ ہے کہ ذکر کا اصل منشاء اور حقیقی داعیہ امرِ الٰہی کی عظمت اور رضائے ربانی کی رغبت ہو اور حبِ طبعی کے تقاضے اس عظمت و رغبت میں اس طرح مندرج ہو چکے ہوں کہ نیتِ ذکر میں

ذکر میں صرف امتثال امرِ الٰہی اور رغبتِ حصولِ رضا کا جذبۂ صادقہ کارفرما ہو دیگر سب ہیچ۔

حضرت شیخ الامام نور اللہ مرقدہٗ اپنے ایک مسترشد خاص کو ارقام فرماتے ہیں:

''ذکر ہر حال میں کرنا چاہئے اگر لذت ملے تو نعمت ورنہ ادائے فرض کی نعمت تو بہر حال ہے۔

؎ بہر حال بندہ پہ ہے بندگی
کرم ہے جو ذوقِ عبادت ملے

ذکر کا خاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کروں گا میں تمہیں یاد کروں گا۔ اس بڑھ کر نعمت کیا ہو سکتی ہے کہ ذاکر کو بوقتِ ذکر خود حق تعالیٰ یاد کرتے ہیں ذرا اس کا تصور تو کیجئے اور جب اللہ کہئے تو تصور کے کان سے سنئے کہ عبدی کی آواز آتی ہے۔

؎ اس سے بڑھ کر اور کیا میرے لئے انعام ہے
آپ خود سنتے ہیں آکر جو میرا پیغام ہے

(تذکرہ سلیمان صفحہ ۴۳۳)

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

مسواک کی اہمیت اور فضیلت

مسواک طہارت و نظافت کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں پر خاص طور سے زور دیا ہے اور بڑی تاکید فرمائی ہے اُن میں سے ایک مسواک بھی ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری اُمّت پر بہت مشقت پڑ جائے گی تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنا اُن پر لازم کر دیتا۔ مسواک کے جو طبی فوائد ہیں اور بہت سے امراض سے اس کی وجہ سے جو تحفظ ہوتا ہے آج کل کا ہر صاحب شعور اس سے کچھ نہ کچھ واقف ہے۔ لیکن دینی نقطۂ نگاہ سے اس کی اصل اہمیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ راضی کرنے والا عمل ہے۔

(معارف الحدیث جلد اول از مولانا محمد منظور نعمانیؒ)

بیان جمعہ (09-05-2008)(آخری قسط)

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

میں نے آپ سے کہا تھا انگریزوں کی عدالت کے دو مقدمے سناؤں گا۔ایک مقدمہ تو میں نے امین بالشروالا سنا دیا۔دوسرا اس طرح کا مقدمہ تھا کہ مسلمانوں کے ایک طبقے نے علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگایا ہوا تھا اور اُن کے خلاف مقدمہ بھی دائر کیا ہوا تھا۔انگریز جج جو تھا وہ بڑا ہوشیار تھا۔اس نے سوچا کہ انہوں نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، اِن سے اُن پر کفر کا فتویٰ لگواؤ تا کہ سارے کافر ہوں۔تو اس نے کہا کہ ان لوگوں نے آپ کو کافر کہا ہے جب کوئی مسلمان کو کافر کہہ دے تو خود کافر ہو جاتا ہے لہٰذا اب فتویٰ لگانے والے کافر ہو گئے۔دیو بند والوں کی طرف سے پیش ہونے والے محقق عالم تھے۔انہوں نے کہا نہیں یہ ہمیں کافر کہنے پر کافر نہیں ہوئے ہیں۔جج نے پوچھا کیوں یہ حدیث میں نہیں آیا ہوا کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے؟ انہوں نے کہا بالکل آیا ہوا ہے حدیث میں کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے لیکن یہ ہمیں کافر کہنے پر کافر نہیں ہوئے ہیں۔جج بڑا حیران ہوا پوچھا کہ وہ کیسے؟ آپ حدیث کے خلاف کہہ رہے ہیں۔تو انہوں نے کہا اگر آدمی اس بات کو جانتا ہو کہ یہ کافر نہیں ہے اور پھر کافر کہہ رہا ہو اس پر کافر ہوتا ہے۔جبکہ یہ لوگ اخلاص سے ہمیں کافر سمجھتے ہوئے ہمیں کافر کہہ رہے ہیں لہٰذا ہمیں کافر کہنے سے یہ کافر نہیں ہوتے۔جج بڑا حیران ہوا کہ اس طرح کے آدمی اُمت کو سنبھالا کرتے ہیں اور یہ پہلا گروہ جس نے کفر کا فتویٰ لگایا ہوا ہے، اس طرح کے لوگ کلہاڑا لے کر خود اپنے پیر پر مار کر اپنے کو تباہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

جس وقت مسلمان بیت المقدس کو لے رہے تھے تو عیسائیوں کے پادری جمع ہو کر مناظرہ کر رہے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا پیشاب پاک تھا یا ناپاک؟ اگر وہ گدھا زندہ ہوتا کسی وقت پیشاب لگنے کا خطرہ ہوتا تو پھر مسئلہ بیان کرتے تو کوئی بات بھی تھی۔اب وہ گدھا جب مر گیا ہے دنیا سے چلا گیا ہے، ہے بھی نہیں تو اس کے پیشاب کے ساتھ کیا۔لیکن اتنے بے وقوف تھے ان کے پادری کہ وہ اس پر مناظرہ کرنے بیٹھے ہوئے تھے اپنے گرجا میں اور مسلمانوں نے بیت القدس کو فتح کر لیا۔

جس وقت تاتاری بغداد کو فتح کر رہے تھے پتا ہے اس وقت کیا بات تھی؟ اس وقت مسلمان علماء بیٹھے ہوئے مناظرہ کر رہے تھے کہ کوا حلال ہے کہ حرام ہے۔ اصلاحِ نفس، تعمیر شخصیت، امت کو سنوارنا، امت کو سنبھالنا اس کو چھوڑ کر اس بات پر لگے ہوئے تھے۔ تو دانشور ہو سمجھدار ہو اللہ نے تمہیں فہم دیا ہے سمجھ دی ہے ان باتوں کو سمجھو اور اس بات کو معاشرے میں زندہ کرو۔ یہ تو ہے اصلاح تاکہ فساد کا خاتمہ ہو اور اصلاح ہو۔

مدینہ یونیورسٹی میں چند غیر مقلد ہیں جو بہت تنگ کرنے والے ہیں انہوں نے تحریر، فتویٰ اور کتابیں مارکیٹ میں نکالی ہیں جس میں چاروں فقہوں کے خلاف لکھا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں ہندوستان میں مولانا اسعد مدنی صاحبؒ نے تقریباً پانچ لاکھ لوگوں کا اجتماع کیا اور سعودی حکومت کو نوٹس دیا کہ آپ کے لوگ دنیائے اسلام کے ۹۸ فیصد اہل السنّت والجماعت کے خلاف بول رہے ہیں۔ سعودی سفیر کو یہ یادداشت پیش کی۔ سفیر جب سعودی عرب گیا اس نے کہا آپ مجھے ایسے ملک میں سفیر بنا رہے ہیں جہاں پانچ لاکھ کا اجتماع ہمارے خلاف ہوا ہے۔ تو میں وہاں پر کیا سفارت کروں گا یا اس مسئلے کو حل کرو یا مجھے واپس کرو۔ سعودیوں نے رابطہ کیا اور کہا کہ کچھ ناسمجھ لوگوں نے یہ بات کہی ہے ذمہ دار لوگوں نے نہیں کہی ہے۔ ہندوستان والوں نے کہا تمہاری یونیورسٹی کے جو پی۔ ایچ۔ ڈی اور تخصص کے مقالے ہیں، ان میں یہ بات لکھی ہوئی اور تمہارے مسجدِ نبوی کے امام شیخ خذیفی نے دستخط کیا ہوا ہے۔ حکومت نے معافی مانگی اور سرکاری مراسلہ (نوٹیفیکشن) جاری کیا کہ ہم سختی سے اس بات کو کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں کوئی آدمی فقہائے اربعہ کے خلاف کوئی تحریر نہ لکھے اور نہ کوئی بات کرے۔ یہ بات اللہ کے فضل سے ہوئی۔ سچی بات یہ ہے اس وقت دنیائے اسلام میں ۶۷ فیصد حنفی ہیں، ۱۵ فیصد شافعی ہیں، ۸۲ فیصد ہوگئے، ۱۰ فیصد لگائیں مالکی ۹۲ ہوگئے اور ۶ فیصد لگائیں حنبلی کتنے ہوگئے؟ ۹۸ فیصد، ۲ فیصد میں غیر مقلدین اور دوسرے سارے آرہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ فقہ حنفی بہت عملی (پریکٹیکل) ہے۔ ایک دفعہ میں پنجاب میں اہلحدیثوں کے علاقے میں گیا ہوا تھا وہاں نماز ساڑھے بارہ بجے پڑھتے تھے۔ ساڑھے بارہ بجے جماعت کی

نماز میں بائیس آدمی تھے، بارہ ہم جماعت والے تھے اور دس ان کے۔اس وقت گرمیوں کا موسم تھا جب لوگ کاموں سے فارغ ہو کر کھانا کھا کر ذرا آرام کر کے آئے تو میں نے دیکھا کہ دو ڈھائی بجے کے درمیان پچاس کے قریب آدمیوں نے آ کر اکیلے اکیلے نماز پڑھی۔میں نے کہا عملی وقت واقعی احناف کا ہی ہے۔کام کیا آدمی نے تھکا، اس کو کھانا کھانے کی ضرورت ہے کھانا کھایا، اب اس کو آرام کرنے کی ضرورت ہے، آرام کرنے کے بعد اب ٹھنڈ بھی پیدا ہو گئی موسم میں۔ظہر کی نماز کے بارے میں دو حدیثیں ہیں، ایک میں ہے کہ نماز اول وقت میں پڑھنی چاہئے، دوسری ہے کہ ظہر میں گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈک پیدا کرو، ٹھنڈک جا کر ڈھائی بجے کو ہوئی ہے۔لہٰذا مستحب وقت گرمیوں میں ظہر کا ڈھائی تین کے درمیان ہے۔ہماری زندگی ذرا بدل گئی ہے، جب ہم گاؤں میں رہتے تھے تو مجھے یاد ہے کہ صبح کھیتوں میں جا کر کام کرتے تھے گیارہ بجے تھک جاتے تھے کھانا کھا کر ساڑھے گیارہ بجے فارغ ہوتے تھے لیٹتے تھے، دو بجے اٹھتے تھے اور ڈھائی بجے نماز پڑھتے تھے۔بہت ہی خوشگوار ترتیب تھی۔یونیورسٹی میں ظہر کی نماز ڈیڑھ بجے پڑھتے ہیں، ڈیڑھ بجے نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک پروفیسر صاحب کے والد صاحب، جو اہل علم تھے، آ گئے ان کا خیال تھا کہ یہ دو بجے جماعت کی نماز پڑھیں گے مسجد پہنچے تو جماعت ہو چکی تھی۔انہوں نے کہا اتنی تمہیں سمجھ نہیں ہے کہ تبرید چاہیے ظہر کی نماز میں یعنی ٹھنڈے وقت میں پڑھنی چاہیے جبکہ تم نے اتنی جلدی پڑھ لی ہے۔امام صاحب ہمارے ان سے بحث کرنے لگے، بات الجھ رہی تھی تو میں نے کہا کہ ہمارے یہاں پر چھٹی ہو جاتی ہے ایک بجے سوا ایک بجے، کثرتِ اجتماع ہمیں حاصل ہوتا ہے ڈیڑھ بجے لہٰذا تبرید والی ترتیب اور کثرتِ اجتماع کو لیا جائے گا، کثرتِ اجتماع ہمیں ڈیڑھ بجے حاصل ہوتا ہے کیونکہ جب یہ آدمی گھر چلا گیا کھانا کھایا اور کھانا کھا کر سو گیا تو یہ تو چار بجے سے پہلے اٹھ نہیں سکتا اس کی جماعت تو گئی۔لہٰذا ہمیں زیادہ فائدہ جماعت کا ڈیڑھ بجے حاصل ہو رہا ہے۔وہ اہلِ علم تھے اس لئے بات کو سمجھ گئے۔

شیخ مرید کو نافرمانی پر بیعت سے نکال سکتا ھے

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

اگر مرید اور سالک اپنے شیخ کی نصیحت اور تربیت سے سرتابی کرے تو شیخ کو لازم ہے کہ اس کا بوجھ اپنے کندھوں سے اُتارتے ہوئے اس کو اپنی بیعت سے نکال دے جیسا کہ قطب العالم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ العزیز نے اپنے ایک مرید مولانا صبغۃ اللہ صاحب کو ایک سیاسی پارٹی کے تعلق کی وجہ سے بیعت سے خارج کر دیا تھا۔ حضرت قدس سرہٗ العزیز کی اس تنبیہہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولوی صبغۃ اللہ صاحب کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔

پہلے لوگ اپنی اصلاح کے لئے بیعت ہوتے تھے۔ تنقید، ڈانٹ ڈپٹ بلکہ مار پیٹ سے بھی خوش ہوتے تھے اور اسے اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ آج کل بیعت ہونے کے بعد مرید اپنا اکرام کرانے کی فکر میں ہوتے ہیں، تنقید کو محسوس (Mind) کرتے ہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ تو دور کی باتیں ہیں۔ ہمارے بڑے حضرت صاحب جناب مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت حکیم الامتؒ کے خلیفہ تھے ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میں حضرت تھانویؒ کی مجلس میں چھت میں لگے ہوئے پنکھے کی رسی کھینچ رہا تھا (بجلی سے پہلے چھت میں ایک لکڑی لٹک رہی ہوتی تھی جس کے ساتھ کپڑا لگا ہوتا تھا یہ رسی سے بندھی ہوتی تھی جسے ایک آدمی مجلس کو ہوا دینے کے لئے کھینچ رہا ہوتا تھا) ایک بزرگ عالم ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، میرا دھیان نہ رہا اُن کے سر کی ٹوپی میرے پنکھے سے لگ کر نیچے گر گئی۔ حضرتؒ نے فوراً فرمایا اسے خانقاہ سے نکال دو۔ حضرت کے فرمانے پر خدام فوراً اُس آدمی کو نکال باہر کیا کرتے تھے۔ لہٰذا مجھے فوراً نکال دیا گیا۔ میں تو پاس ایک باغ میں چلا گیا اور ایسا چیخ چیخ کر رونے لگا کہ شامت ہو گئی۔ ایک ہندو نے خانقاہ میں آ کر اطلاع دی کہ آپ کا ایک درویش اتنا رو رہا ہے کہ کہیں مر نہ جائے۔ اس پر ایک آدمی نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ حضرت! فقیر محمد نادم ہے اور معافی مانگ رہا ہے۔ حضرتؒ نے پوچھا کہ وہ معافی مانگ رہا ہے یا اُس کی جگہ تم معافی مانگ رہے ہو؟ آدمی نے عرض کیا کہ وہ معافی مانگ رہا ہے۔ اس کے بعد معاف فرمایا۔

جب تک آدمی کو اس بات کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ ہو کہ بیعت تو اپنے اوپر تنقید کرانے کے لئے کی جاتی ہے، اپنی ڈانٹ ڈپٹ کرانے کے لئے ہوتی ہے تو اس کو بیعت نہیں ہونا چاہئے۔

چلو دیکھ آئیں جگر کا تماشہ

(ماخذ: ۱۔ مجالس حکیم الامتؒ از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ　۲۔ مختصر پُر اثر 'بچوں کا اسلام' میں شائع شدہ تحریریں)

(انتخاب: انجینئر نجیب الدین محمد صاحب)

پچھلی صدی ہجری میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکیم الامت، مجدد الملّت، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خلق کی اصلاح ورشد وہدایت کا خاص کام لیا۔ایک عالَم نے آپؒ سے براہ راست استفادہ حاصل کیا۔بے شمار لوگوں کی آپؒ کے ذریعہ سے اصلاح ہوئی جن میں علماء، انگریزی دان طبقہ، سرکاری افسران، شعراء غرض تقریباً ہر شعبہ کے لوگ شامل ہیں۔انہی شخصیات میں ایک نام مشہور شاعر جگر مرادآبادی کا ہے۔

جگر صاحب آل انڈیا شاعر تھے، رئیسِ غزل کا خطاب پایا۔شراب کے رسیا تھے، اس قدر شراب پیتے تھے کہ جب غزل پڑھنے کے لئے سٹیج پر بلائے جاتے تو مدہوشی کی وجہ سے دو آدمی پکڑ کر سٹیج پر لاتے۔لیکن اس حالت میں بھی اپنی شاعری اور آواز کے سحر سے تمام شائقین کو مدہوش کر دیتے تھے۔

جگر صاحب کو اپنے اس گناہ کی وجہ سے ندامت رہتی اور واقعی بات ہے کہ گناہ کرکے اگر بندہ نادم ہو تو اللہ تعالیٰ اسے کبھی نہ کبھی اس گناہ سے چھٹکارا دے دیتے ہیں۔اپنے گناہوں کی اسی ندامت پر انہوں نے اپنے دیوان میں شعر لکھا ہے۔

؎　پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا

دوسری بڑی خصوصیت جو جگر صاحب کی تھی وہ یہ کہ قدرت نے اُن کے دل میں بزرگوں کی محبت اور عقیدت رکھ دی تھی۔ ہندوستان کے بڑے شعراء میں آپ صرف حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے متاثر تھے۔ جب آپ کو علم ہوا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی یہ زندگی حضرت تھانویؒ کی فیضِ صحبت کی برکت سے ہے تو آپ کے دل میں حضرت تھانویؒ سے ملاقات کا شدید اشتیاق پیدا ہوا۔آپ نے اس کا اظہار حضرت خواجہ صاحبؒ کے سامنے کیا کہ تھانہ بھون حضرتؒ کی زیارت کو دل چاہتا ہے لیکن اپنی حالت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے مجبور ہوں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت تھانویؒ سے عرض کیا کہ حضرت! جگر صاحب سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ تھانہ بھون جانے اور حضرتؒ کی زیارت کرنے کو بہت دل چاہتا ہے مگر اس مصیبت میں مبتلا ہوں کہ شراب نہیں چھوڑ سکتا اس لئے مجبور ہوں کہ کیا منہ لے کر وہاں جاؤں۔ حضرت تھانویؒ نے پوچھا کہ پھر آپ نے کیا جواب دیا؟ خواجہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ میں نے کہہ دیا کہ ہاں یہ بات تو صحیح ہے، ایسی حالت میں بزرگوں کے پاس جانا مناسب نہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا واہ خواجہ صاحب ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ طریق کو سمجھ گئے ہیں مگر معلوم ہوا کہ ہمارا یہ خیال غلط تھا۔ خواجہ صاحبؒ نے تعجب کے ساتھ سوال کیا کہ حضرت اگر میں یہ جواب نہ دیتا تو پھر کیا کہتا؟ حکیم الامت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیتے کہ جس حال میں ہو اُسی میں چلے جاؤ ممکن ہے کہ یہ زیارت و ملاقات ہی اس بلا سے نجات کا ذریعہ بن جائے۔ حضرتؒ درحقیقت حکیم الامت اور نفسانی امراض کے حاذق طبیب تھے۔ آپؒ نے جگر کے طرزِ کلام، اپنے فعل پر ندامت اور بزرگوں سے محبت کے داعیہ سے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ آئیں گے تو ان کی اصلاح ہو جائے گی۔

خواجہ صاحبؒ نے واپس جا کر سارا واقعہ جگر صاحب کو سنا دیا۔ اُن کی ہدایت اور اصلاح کا وقت آ گیا تھا۔ حضرتؒ کے کلمات سنتے ہی زار زار رونا شروع کر دیا اور بولے "آہ! میں نہیں سمجھتا تھا کہ ایسے بھی اللہ والے ہوتے ہیں۔" پھر تھانہ بھون پہنچے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے بڑے احترام اور محبت کا معاملہ فرمایا۔ جگر صاحب نے عرض کیا "حضرت! میرے لئے چار دعائیں فرما دیجئے:

۱۔ میں شراب چھوڑ دوں، ۲۔ میں پوری شرعی داڑھی رکھ لوں، ۳۔ حج کر لوں اور ۴۔ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ اُٹھ گئے۔ اللہ والوں کی دعا عام دعاؤں سے کہیں ممتاز ہوتی ہے۔ دعا کرا کے واپس آئے۔ شراب مکمل ترک کر دی یہاں تک کہ بیمار ہو گئے اور حالت نازک ہو گئی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ تھوڑی سی پی لیا کریں ورنہ مر جائیں گے۔ مگر وہ بھی جگر والے آدمی تھے، پختہ عزم کر چکے تھے۔ کہا کہ اب تو چھوڑ چکا ہوں اگر میری زندگی مقدر ہے تو انشاء اللہ اس کو چھوڑ کر ہی زندہ رہوں گا اور اللہ کے نزدیک وقت مقرر آ گیا ہے تو آخر وقت میں اس ناپاک ام الخبائث سے اپنے منہ اور

زبان کو کیوں ناپاک کروں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ عزم وہمت کی مدد فرماتے ہیں۔اس وقت بھی حق تعالیٰ کی مدد اور قدرتِ کاملہ سے چندروز کے بعد شفاء کامل نصیب ہوئی۔اس کے بعد تو تھانہ بھون آمد ورفت اور خط وکتابت کا سلسلہ چل پڑا۔

پھر جگر صاحب بمبئی سے حج کرنے گئے اور داڑھی کی بھی ابتداء کرلی۔حج سے واپسی بحری جہاز کے ذریعہ ہوئی۔چار پانچ مہینوں میں ایک مٹھی داڑھی مکمل ہوگئی۔جب بمبئی واپسی ہوئی اور آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو اپنے لئے ایک شعر کہا۔وہاں سے شہر میرٹھ گئے۔تانگے پہ جارہے تھے،تانگے والا لہک لہک کر وہی شعر پڑھ رہا تھا جو جگر صاحب نے اپنے لئے بمبئی میں کہا تھا۔

ؔ چلو دیکھ آئیں جگر کا تماشہ
سنا ہے وہ کافر مسلماں ہوا ہے

تانگے والے کو پتہ نہیں تھا کہ یہی جگر مرادآبادی ہیں۔وہ اپنی روانی میں پڑھ رہا تھا،اُدھر جگر صاحب کا رو رو کر برا حال ہورہا تھا۔آہ! یہ شعر بمبئی میں کہا تھا اور یہاں میرٹھ پہنچ گیا۔حضرت حکیم الامتؒ کی تین دعائیں تو قبول ہوکر نافذ ہوگئیں رہا حسنِ خاتمہ والی دعا کا معاملہ تو جب باقی دعائیں قبول ہوگئیں تو یہ آخری دعا بھی انشاءاللہ تعالیٰ قبول ہوگئی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر انتہائی رحیم وشفیق ہیں۔اُس کے دربار میں رسائی انتہائی آسان ہے۔گناہ تو انسان سے سرزد ہوتے ہی رہتے ہیں بس یہ ہے کہ دل میں ان گناہوں پر ندامت ہو۔گناہ کو چھوڑنے میں انسان کے اپنے عزم اور ارادے کا عمل دخل ہے۔بندہ اگر گناہ چھوڑنے کی پختہ نیت کرلے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ومدد شاملِ حال ہوجاتی ہے۔اس کے ساتھ دوسری ضروری چیز اللہ والوں کے ساتھ دلی عقیدت اور اُن کی زیارت وصحبت۔اللہ والوں کی فیضِ صحبت سے دل میں گناہوں سے بچنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔نیک اعمال کرنے آسان ہوجاتے ہیں اور بالآخر کبھی نہ کبھی اللہ تعالیٰ کا تعلق بھی نصیب ہوجاتا ہے۔

ؔ موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے گرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے		(عرقِ انفعال: ندامت کا پسینہ)

حالتِ نزع

(ڈاکٹرفہیم شاہ صاحب، ڈسٹرکٹ میڈیکل اسپیشلسٹ، کوہاٹ)

میں انتہائی نگہداشت وارڈ(ICU) میں کام کررہا تھا۔ایک دس گیارہ سال کے بچے کو لایا گیا تقریباً بے ہوشی کی حالت میں ۔ساتھ اس کی ماں تھی اور کچھ رشتہ دار۔ ماں کو باہر ہی روک دیا گیا۔ میرے ساتھ باقی کام کرنے والے ڈاکٹر اس کو دیکھنے لگے ۔ایک سینئر ڈاکٹر بھی آ گیا۔ چونکہ میرا کیس نہیں تھا اس لیے میں نے انکے کام میں مداخلت نہیں کی ۔لیکن مدد کے واسطے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ وہ سارے اس بچے کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ انجکشن وغیرہ شروع کر دئے گئے۔ مصنوعی طریقہ سے زندہ رکھنے کی کوشش ہو رہی تھی۔ سانس بہت آہستہ آہستہ چل رہی تھی، کبھی آتی کبھی بند ہو جاتی، نبض کی رفتار بہت ہلکی، آنکھیں چھت کو تک رہی تھیں اور پانی کی کمی کے اثرات سارے جسم پر ظاہر تھے۔اس کو کچھ عرصہ پہلے پاگل کتے نے کاٹا تھا جس میں علامات کے ظاہر ہونے کے بعد پانی کو دیکھ کر سانس بند ہوتا ہے اور ڈرتا ہے جس کی وجہ سے پانی کی کمی ہو جاتی ہے۔اس کی ماں باہر بے چین تھی کہ نجانے اندر ڈاکٹر حضرات کیا خبر دیں۔ کچھ دیر بعد وہ بچہ خاموش ہو گیا۔ سانس بند، نبض بند، موت کے اثرات ظاہر ہو گئے۔ان ڈاکٹروں نے مزید کوشش کی ۔اس کی چھاتی کو ہاتھ کے ذریعے اور زور سے دبانے لگے اور منہ کے ذریعہ مصنوعی سانس دی جانے لگی۔اس زور سے چھاتی دبانے سے سینے کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں، نازک ہڈیاں تھیں بچے کی۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ بس کریں سر اس میں سانس باقی نہیں ہے۔اب تو یہ بچہ سیدھا سلامت اپنی ماں کو لوٹانا چاہیے نہ کہ ہمارے دبانے سے اسکی ہڈیاں مزید ٹوٹیں۔ کیونکہ جب اس کو نہلایا جائے گا تو اسکی ماں کو اور باقی رشتہ داروں کو تکلیف ہو گی۔اس بچے کو سٹریچر پر ڈال کر باہر لے جانے لگے جہاں بے چین ماں اپنے رب سے اپنے بچے کی شفا کے لئے دعا میں مشغول تھی۔اسے کیا خبر تھی کہ میرا بچہ اتنی جلدی دنیا چھوڑ کر چلا جائے گا۔

ؔ موت آنی ہے آ کر رہے گی
جان جانی ہے جا کر رہے گی

بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

میں ایک دن صبح اپنے وارڈ میں داخل ہوا تو ایک بچے کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی جو اپنے ابو سے کسی بات پر جھگڑ رہا تھا۔ میں سمجھا شاید اپنے ابو سے ناراض ہے یا ابو نے اس کے لیے کوئی چیز نہیں لائی۔ میں بمع باقی ڈاکٹروں کے اس کمرے میں داخل ہوا تو تیسرے نمبر بیڈ پر ےسال کی عمر کا بچہ جو قد کاٹھ کے لحاظ سے چار پانچ سال کا لگتا تھا داخل تھا۔ اضطراب کی اسکی حالت تھی وہ اپنے ابو سے کبھی کسی چیز کی فرمائش کرتا کبھی کسی چیز کی۔ بستر پر سیدھا نہیں لیٹ سکتا تھا۔ کبھی بیٹھتا، کبھی قمیص کو اُتارتا پھر پہنتا، ساتھ بیٹھے ہوئے اپنے ابو کا ہاتھ مضبوطی کے ساتھ پکڑا ہوا تھا۔ پشتو زبان میں بات کرنے کے ساتھ روتا بھی تھا۔ پیاس کی وجہ سے ہونٹ خشک تھے۔ پانی مانگتا۔ پانی قریب کرتا تو ڈر کے پیچھے ہٹ جاتا سانس بند ہونے لگتا۔ اپنے ابو کو بار بار کہتا کہ مجھ سے ہٹو گے نہیں، باہر نہیں جاؤ گے۔ مجھے پانی پلاؤ۔ میرے لیے کھلونے لاؤ۔ لیکن تم نہیں جاؤ کسی اور کو کہو۔ والد صاحب بستر سے اُٹھتے تو وہ اس کا ہاتھ پکڑ لیتا اس کے والد صاحب بہت پریشان تھے کہ اپنے بیٹے کو پانی کس طرح پلاؤں۔ مجھے اس بچے میں ساری علامات پاگل کتے والی بیماری کی نظر آئیں۔ میں کچھ ادویات تجویز کر کے آگے بڑھ گیا۔ بعد میں اس کے والد صاحب کو علیحدہ سمجھانے کے لیے بلانا چاہا تو بچے نے زور سے والد صاحب کے لیے چیخ ماری۔ والد صاحب واپس اس کی طرف پلٹ گئے۔ میں نے اس کے چچا کو بلا کر سارا سمجھا دیا کہ اسکی ایک دو دن میں موت واقع ہونے والی ہے مرضی ہے یہاں پر رکھتے ہیں یا لے جاتے ہیں ہم انجکشن وغیرہ لگاتے رہیں گے۔ وہ اس کو گھر لے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ دو دن تک اس کی یہی حالت رہی پھر موت واقع ہوگئی۔

ہمارے گاؤں کی ایک پندرہ سولہ سال کی لڑکی جو دل کی بیماری میں مبتلا تھی اکثر میرے پاس اس کی والدہ اس کو لے کر آجاتی۔ جو تکالیف اس کو ہوتیں اس کے مطابق میں دوائیں تجویز کر دیتا۔ دل کے امراض کے ماہروں نے اس بیماری کو لاعلاج سمجھ کر ان کو عارضی علاج کا مشورہ دیا ہوا تھا اس کے بعد تقریباً اڑھائی سال سے میرے زیرِ علاج تھی۔ دل کے سوجھن کی وجہ سے اس کا چہرہ ہر وقت سوجھا رہتا، گردن اور چہرے کی رگیں پھولیں رہتی تھیں، ہونٹ اور زبان نیلے پڑ گئے تھے۔ جگر کے سوزش کی وجہ سے

پیٹ پھولا ہوا تھا۔ وہ جب بھی آتی آہستہ آہستہ قدم کے ساتھ ماں کا ہاتھ پکڑے ہوے اندر داخل ہوتی اور معائنہ کی جگہ پر بیٹھ کر اپنی بیماری کے متعلق بتاتی کہ میں کتنی تکلیف میں ہوں۔ میں تسلیاں دے کر اس کو رخصت کر دیتا۔ اس کا والد ایک غریب آدمی تھا۔ اکثر اوقات اپنی بیٹی کی تکلیف بیان کرتے ہوئے روتا زندگی کے آخری دنوں میں اس کی تکلیف بڑھ گئی۔ ایک دفعہ میرے پاس آئی نیم بے ہوشی کی حالت میں لیکن انتہائی بے چین۔ اس کی دائیں ٹانگ خون کی رفتار کم ہونے کے وجہ سے نیلی پڑھی ہوئی تھی۔ میں نے اس دائیں ٹانگ کا معائنہ کیا تو وہ ٹھنڈی اور ٹانگ کی نبض محسوس نہیں ہو رہی تھیں۔ شدید درد کی وجہ سے وہ ٹانگ کو ہلا نہیں سکتی تھی۔ میں نے اسے داخل کیا اور ضروری دوائیں تجویز کر دیں۔ اس دفعہ میں سمجھا کہ یہ داخلہ اس کا شاید آخری ہو۔ اس کی ماں اس کے سرہانے ہر وقت بیٹھی رہتی۔ کیونکہ جب بھی وہ ہوش میں آتی ماں کو ہی پکارتی۔ تین دن رات ماں سو نہ سکی۔ جب جسم کے کسی بھی حصہ میں خون کی گردش ختم یا کم ہو جائے تو وہ حصہ شدید درد کرتا ہے، مریض کی چیخیں نکلتی ہیں۔ اللہ کا احسان ہوا اس پر کہ چوتھے دن وہ پہلے سے بہتر ہو گئی مکمل ہوش میں آ گئی۔ ٹانگ بھی صحیح ہو گئی۔ جب میں اس کا معائنہ کرنے گیا تو مجھے کہنے لگی ماموں اب میں اچھی ہو گئی ہوں۔ دیکھو جب میں بے ہوش سی تھی نا تو یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ میں مرنے والی ہوں لیکن اللہ نے مجھے اچھا کر دیا ہے، اب میں گھر بھی جا سکتی ہوں۔ میں آپ کے گھر بھی جاؤں گی۔ میں نے کہا ضرور کیوں نہیں۔ اس کے اگلے دن میں نے ان کو گھر کے لیے رخصت کر دیا۔ اس کا والد اور والدہ اس کو میرے گھر میری والدہ اور گھر والوں سے ملانے لے گئے۔ میری والدہ کو پہلے سے جانتی تھی۔ میری والدہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ویل چیئر میں بیٹھی اس معصوم سی لڑکی کو اگلے دن کی کیا خبر تھی۔ وہ اپنے گھر گئی۔ تین دن بعد پھر میرے پاس پیٹ کی خرابی کی شکایت لے کر دوبارہ داخلے کے لئے آ گئی اس دفعہ وہ کافی چپ تھی۔ میرے ساتھ بات بھی نہیں کی، اپنی شکایت بھی بیان نہیں کی۔ ماں نے اس کی تکلیف بتائی کہ گھر جاتے ہی اس کا پیٹ خراب ہو گیا تھا اپنی طرف سے دوائی کی لیکن کچھ آفاقہ نہیں ہوا۔ میں نے اسے پھر داخل کر دیا۔ دوائیں تجویز کر دی گئیں۔ اس دفعہ اس کا نانا بھی ساتھ تھا۔ جب اس کو بستر پر لِٹا کر انجکشن شروع کیا تو اس نے آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر کا جائزہ لیا پھر آہستہ سے آنکھیں بند کر دیں۔ اس کی سانس کی حالت پچھلی بیماری کی بنسبت بہت بہتر تھی۔ چہرے کی سوجھن بھی کم تھی۔ اپنے ہاتھوں کو اپنے جسم کے ساتھ سیدھے رکھے ہوئے تھے۔ چہرہ کا رخ قبلہ کی طرف تھا ۔ میں سمجھا نقاہت کی وجہ سے چپ ہے۔ دست کی وجہ سے پانی کی بھی کمی ہے۔ میں نے اس کی ماں کو سمجھایا کہ

انشاءَاللہ ٹھیک ہو جائے گی۔ یہ سو رہی ہے آپ بھی آرام کریں۔اس کے گرد کوئی بھی نہ بولے۔میں ان کو چھوڑ کر چلا آیا۔کچھ دیر بعد اس کے والد اور نانا میرے پاس آئے کہ یہ بالکل چپ ہے۔بالکل بولتی بھی نہیں۔ہم بات کریں تو کچھ دیر آنکھ کھولتی ہے ہمیں ایسے دیکھتی ہے جیسے بالکل نہ پہنچانتی ہو۔ میں نے اسکی بیماری کی تفصیلات بتانے کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ شاید اس دفعہ کا داخلہ ہسپتال میں آخری ہو،اس کے لیے آپ دعا کریں۔اس دن وہ بالکل خاموش پڑی رہی نہ ماں کو تنگ کیا نہ باپ سے فریاد کی جو اکثر پہلے کرتی تھی۔بچے کی تکلیف پہ ماں باپ تڑپ اٹھتے ہیں لیکن زندگی کی آخری دن میں نہ ماں سے بولی نہ ابو سے۔بس خاموش خاموش اپنے رب سے جا ملی۔ میں شام کو اپنے کلینک سے واپس آیا تو اسکو ایمبولینس میں ڈال رہے تھے۔ میرے کانوں میں آج تک اس کے الفاظ گونجتے رہتے ہیں ماموں میں ٹھیک تو ہو جاؤں گی؟ دیکھو لوگ کہتے ہیں کہ میرا دل سوجھا ہوا ہے لیکن میں آپ کی دوائی سے ہر وقت ٹھیک ہو کر ہسپتال سے جاتی ہوں۔لیکن اس دفعہ اس کا بے جان جسم مجھ سے مخاطب تھا کہ ماموں میں اب بالکل ٹھیک ہوگئی ہوں،اب مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے،میں اپنے رب کے پاس سکھی ہوں۔ میں ایمبولینس میں اس کو جاتا دیکھتا رہا۔بقول خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے

ے
غم سے گو مانا کہ تم آزاد اے! مجذوب ہو
جان اگر پیاری ہو تم کو، دل اگر محبوب ہو
تم کو دنیا میں اگر کچھ عافیت مطلوب ہو
بس یہیں رہنے دو افسانہ مرا تو خوب ہو

ے
ہائے مجھ دکھیا کے غم کی دکھ بھری روداد ہے
عیشِ دنیا ہیچ ہے، دنیائے فانی ہیچ ہے
ہیچ ہے وہ چیز جو ہو آنی جانی ہیچ ہے
ذکرِ فانی بھی عبث ہے یہ کہانی ہیچ ہے
جس کا ہو انجام غم وہ شادمانی ہیچ ہے
عیش میں ہے بس وہی دنیا سے جو آزاد ہے

فقہ حنفی میں سنت کی اہمیت (دوسری قسط)

(حکیم الامت، مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

دوسری قسم وہ چیزیں ہیں جن کا سبب قدیم ہے۔جیسے میلاد مروجہ، تیجہ، چہلم وغیرہ دیگر بدعات، ان کا سبب قدیم ہے۔مثلاً میلاد کے منعقد کرنے کا سبب **فرح علی الولادۃ النبویۃ** (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی) ہے اور یہ سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنھم نے یہ مجالس منعقد نہیں کیں۔کیا نعوذ باللہ صحابہؓ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا؟ اگر اس کا سبب اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ان چیزوں کا سبب اور داعیہ موجود نہیں تھا ۔لیکن جبکہ باعث اور داعیہ اور مدار موجود تھا پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس میلاد منعقد کی اور نہ صحابہؓ نے؟ لہٰذا ایسی چیز کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت ہے،صورت کے لحاظ سے بھی اور معنوی اعتبار سے بھی۔اور حدیث۔۔"**احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد**" .

ترجمہ: جس نے ہمارے دین میں نئی بات داخل کی جو دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔

یعنی اس بدعت پر عمل کرنا جائز نہیں ہے،اس حدیث کے حکم میں داخل ہو کر واجب الرد ہے یعنی ان کا رد اور انکار لازمی ہے اور پہلی قسم مامور بہ میں داخل ہو کر مقبول ہے۔یہ قاعدہ کلیہ ہے بدعت اور سنت کے پہچاننے کا،اس سے تمام جزئیات کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

سنت اور بدعت کا فرق اور اس کی پہچان کا طریقہ:

۱۔ ان دو قسموں میں ایک اور عجیب فرق ہے کہ پہلی قسم کے تجویز کرنے والے خواص یعنی علماء ہوتے ہیں اور ان میں عوام اپنی مرضی نہیں کرتے اور دوسری قسم کے تجویز کرنے والے عوام ہوتے ہیں اور وہی اس میں ہمیشہ اپنی ناسمجھ رائے سے دخل دیا کرتے ہیں۔چنانچہ مولود شریف کی مجلس کو ایک بادشاہ نے ایجاد کیا ہے ۔اس کا شمار عوام میں ہے اور عوام ہی اب تک کر رہے ہیں۔

۲۔ ایک پہچان بدعت کی بتلائے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو بات قرآن اور حدیث واجماع اور قیاس چاروں میں سے کسی سے بھی ثابت نہ ہو اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے وہ بدعت ہے۔اس پہچان کے بعد دیکھ لیجئے ،عرس کرنا، فاتحہ دلانا، کسی دن تاریخ کی تخصیص وتعیین کو ضروری سمجھ کر ایصال ثواب کرنا وغیرہ وغیرہ جتنے

اعمال ہیں کس اصل سے ثابت ہیں؟ اور ان کو دین سمجھ کر کیا جاتا ہے یا نہیں؟

۳۔ بدعت کے قبیح ہونے کی ایک پہچان ہے کہ دیکھو اس کی طرف میلان اور اس کا اہتمام علماء کو زیادہ ہے یا عوام کو۔ بدعتی مقتداء اپنا ایک پیسہ خرچ نہیں کرتے، ہاں کھانے کو موجود ہو جاتے ہیں۔ جہلاء کو اہتمام زیادہ ہوتا ہے۔ خود علمائے بدعت کے قلوب میں بدعت کی وقعت نہیں۔ اور جن چیزوں کو ہم اچھا سمجھتے ہیں ہم خود بھی کرتے ہیں، چاہے کتنا خرچ کرنا پڑے، جیسے قربانی۔

پھر عوام میں بھی دیکھنا چاہئے کہ دین دار کتنے کرتے ہیں اور بے دین کتنے کرتے ہیں۔ بعض صالح ہوتے ہیں اور بہت کم کرتے ہیں اور اکثر فاسق وفاجر رشوت خور ہوتے ہیں۔

احداث فی الدین و احداث للدین،دین میں ایجاد یادین کے لیے ایجاد:

بدعت کی حقیقت تو یہ ہے کہ اس کو دین سمجھ کر اختیار کرے۔ اگر معالجہ سمجھ کر اختیار کرے تو بدعت کیسے ہوسکتا ہے۔ پس ایک احداث للدین ہے اور ایک احداث فی الدین ہے۔ احداث للدین کے معنی سنت ہے اور احداث فی الدین بدعت ہے۔ (ایک صاحب نے جا کر اعتراض کے طور پر لکھا کہ تم نے جو اوقات کا انضباط کیا ہے خیر القرون میں انضباط نہ تھا) اس لئے یہ سب بدعت ہے۔ اگر بدعت کے یہ معنی ہیں جو ان حضرت نے سمجھے ہیں کہ جو چیز خیر القرون میں نہ ہو تو وہ بدعت ہو تو خیر القرون میں تو ان کا بھی وجود نہ تھا۔ پس وہ بھی مجسم بدعت ہوئے۔ ان بزرگ کو بدعت کی تعریف ہی معلوم نہیں۔

یہ انضباط کسی کے عقیدے میں عبادت تو نہیں اس لیے ان کا خیر القرون میں نہ ہونا اور اب ہونا بدعت کے زمرے میں نہیں آتا۔ خیر القرون میں ہونے کی ضرورت اس وقت ہے جب کہ اس فعل کو عبادت کی حیثیت سے کیا جائے اور اگر انتظامی لحاظ سے کیا جائے تو وہ بدعت نہیں۔ ایک حدیث حیاۃ المسلمین میں شمائل ترمذی سے درج کی گئی ہے۔ اس سے دلیل نقلی کے طور پر بھی معمول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی انضباط اوقات کے اہتمام کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔ یہ حدیث روح ہشتم میں ہے۔

غیر مشروع اور مندوب کا اس کی حد سے زائد اہتمام کرنا، تخصیص و تعیین کرنا بدعت میں داخل ہے:

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کسی ختنہ میں بلائے گئے۔ آپ نے انکار فرمایا۔ کسی نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم لوگ ختنہ میں نہیں

جاتے تھے اور نہ اس کے لیے بلائے جاتے تھے۔ (یہ روایت مسند احمد میں ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کام کے لیے لوگوں کو دعوت دینا سنت سے ثابت نہیں، اس کے لیے بلانے کو صحابیؓ نے ناپسند فرمایا اور جانے سے انکار کیا۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ بلانا دلیل ہے اس امر کے اہتمام کی اور شریعت نے جس امر کا اہتمام نہیں کیا اس کا اہتمام کرنا دین میں ایجاد کرنا ہے۔ اسی وجہ سے ابن عمرؓ نے جب لوگوں کو مسجد میں چاشت کی نماز کے لیے جمع دیکھا تو برائے انکار اس کو بدعت فرمایا۔ اسی بنا پر فقہا نے نفل کی جماعت کو مکروہ فرمایا ہے۔ کسی اور غیر ضروری امر کو اپنے عقیدہ میں ضروری اور مؤکد کر لینا یا عمل میں اس کی پابندی اصرار کے ساتھ اس طرح کرنا کہ فرائض و واجبات کے مثل یا ان سے زیادہ اس کا اہتمام ہو اور اس کے ترک کو مذموم اور تارک کو قابل ملامت و شناعت جانتا ہو تو یہ دونوں امر مذموم ہیں کیونکہ اس میں حکم شرعی کو توڑ دینا ہے اور تقید و تعیین و تخصیص و التزام و تحدید وغیرہ یعنی جہاں شریعت نے پابندی، حد بندی، اہتمام والتزام کی شرائط عائد نہیں کیں وہاں اپنی رائے سے ان قیود کا لگانا حد سے گزرنا ہوگا اور عقیدے کی بدعت میں داخل ہوگا۔ اسی قاعدہ اور مسئلہ کے عنوانات و تعبیرات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ شانہ کی حدود سے پس ایسے لوگ ظالم ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے، وہ یہ کہ فرض نماز کے سلام کے بعد داہنی طرف سے پھرنے کو ضروری سمجھنے لگے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسا اوقات بائیں جانب سے پھرتے دیکھا ہے۔

طیبی شارح مشکوٰۃ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب پر اصرار کرے اور اس کو عزیمت اور ضروری قرار دے اور کبھی رخصت پر یعنی اس کی دوسری صورت اجازت پر عمل نہ کرے تو ایسے شخص سے شیطان اپنا حصہ گمراہ کرنے کا حاصل کر لیتا ہے۔ پھر ایسے شخص کا تو کیا کہنا جو کسی بدعت یا امر منکر یعنی خلاف شرع عقیدہ یا عمل پر اصرار کرتا ہے۔

صاحب مجمع نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلی کہ امر مندوب بھی مکروہ ہوتا ہے جب یہ اندیشہ ہو کہ یہ اپنے رتبہ سے بڑھ جائے گا۔ اسی بنا پر فقہائے حنفیہ نے نمازوں میں سورتوں کے مقرر کرنے کو مکروہ فرمایا ہے، خواہ اعتقاداً پابندی ہو یا عملاً۔ فتح القدیر نے اس تعمیم کی تصریح کر دی ہے (یعنی نمازوں میں سورتوں کو مقرر کرنا عقیدے میں شامل ہو گیا ہو یا صرف عملاً ایسا کرتا ہو۔ (جاری ہے)

سوات کے متاثرین کے حالات

(ماسٹر عزیز احمد صاحب، لوندخوڑ)

وطنِ عزیز عجیب و غریب حالات سے دو چار ہے۔ ملک کے اندر فوجی آپریشن اور بم دھماکے ایسا لگتا ہے کہ یہ عذاب جلدی ٹلنے والا نہیں۔ بونیر، سوات کے لاکھوں افراد جن میں بہت سے تو ایسے ہیں کہ زندگی بھر کی کمائی اپنے گھروں کی تعمیر میں لگائی لیکن آج اُن خوبصورت گھروں اور بنگلوں کو چھوڑ کر بوسیدہ مکانات، خیموں اور کھلے آسمان تلے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ایک متاثرہ شخص نے کہا کہ تبلیغ والے ہماری مسجد میں آئے تھے اور ایک بیان میں انھوں نے کہا کہ اتنے شاندار گھر نہ بناؤ، موت کے بعد یہ گھر تم سے چھوٹ جائیں گے۔ لیکن موجودہ حالات نے ایک انوکھا تجربہ دیا کہ موت کی وجہ سے تو گھروں کا چھوٹ جانا یقینی ہے لیکن ہمیں تو زندگی ہی میں چھوڑنا پڑا۔ شاید ان لوگوں نے کبھی اس طرح سوچا بھی نہ ہو کہ ہم پر اس طرح کے حالات آئیں گے کہ اپنے ہی وطن میں ہجرت کر کے بے گھر ہونا پڑے گا، خیموں میں رہنا پڑے گا، ایک ایک کمرے کے اندر دو دو اور تین تین خاندانوں کو آباد ہونا پڑے گا۔ کل تک ہم لوگ دوسروں کو خیرات دیتے رہے آج خود خیرات لینے پر مجبور ہیں۔ ایک عمر رسیدہ شخص قطار میں کھڑا تھا جب امدادی رقم مل گئی تو رو پڑا اور کہنے لگا کہ میں اتنا مالدار تھا کہ زکوٰۃ اور خیرات کی تقسیم میں اس طرح کی قطار میرے سامنے بھی کھڑی ہوتی تھی اور میں آج خود ان لوگوں کی طرح قطار میں کھڑا ہوں۔

سوات اور بونیر سے آئے ہوئے لاکھوں متاثرین کو مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ایک طرف دو وقت کی روٹی کا غم تو دوسری طرف جون، جولائی کی گرمی میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ۔ ایک طرف بروقت راشن اور امداد نہ ملنے کا غم تو دوسری طرف بعض کے پاس قومی شناختی کارڈ اُدھر رہ جانے کی وجہ سے رجسٹرڈ نہ ہونے کی فکر۔ ایک طرف اس گرمی میں لمبی لمبی قطاروں میں امداد کے لیے کھڑا ہونا اور دوسری طرف وہ عورتیں جن کے گھروں میں مرد نہیں ہیں یا وہ بوڑھے جن کے کنبے میں جوان افراد نہیں کہ امداد کے لیے قطار میں کھڑے ہوسکیں۔ ایک طرف مختلف بیماریوں کا حملہ اور ان کے علاج معالجے کی فکر تو دوسری طرف بچھڑے ہوئے رشتہ داروں کے نہ ملنے کا غم۔ ایک آدمی نے اپنے معذور اور بوڑھے والد کو اس لیے گھر چھوڑا کہ فوجی آپریشن کی وجہ سے ان کو میلوں پیدل سفر کرنا تھا اور وہ بے چارہ بوڑھا اور معذور آدمی پہاڑی راستوں پر پیدل سفر نہیں کرسکتا تھا۔ مردان تک پہنچنے کے لیے ان کو چھ سات ہزار روپے کرایہ کی ضرورت تھی جو کہ ان کے پاس نہیں تھے۔ گاڑی کے مالکان نے بھی ان

متاثرین کا خوب استحصال کیا اور کئی گنا زیادہ کرایے وصول کئے۔ایک خاتون نے کہا کہ فوجی آپریشن کے دوران فوجی ہمارے گھر کے اندر گھس آئے اور گھر خالی کرنے کو کہا جلدی میں کمبل میں لپٹے ہوئے نومولود بچے کو اٹھایا لیکن بہت دور اور دیر تک چلنے کے بعد پتہ چلا کہ کمبل تو خالی ہے اور بچہ تو گھر میں رہ گیا۔گولی مارے جانے کے ڈر کی وجہ سے میں سمجھی کہ بچہ کمبل میں ہے لیکن وہ تو شائد کہیں اور پڑا ہوا تھا۔ ایک آدمی نے کہا کہ غریب آدمی ہوں گھر سے بیوی بچوں سمیت چل پڑا، جیب میں پیسے نہیں تھے، بیوی کے پاس ایک تولہ سونے کا زیور تھا جو زادِ راہ کے لئے صرف ایک ہزار روپے میں فروخت ہوا اور ایک نامعلوم منزل کی طرف چل پڑا۔

ایک دینی مدرسہ کے ضعیف العمر مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ان کے تمام بیٹے عالم، حافظ اور قاری ہیں۔انہوں نے کہا کہ جب آپریشن شروع ہوا تو مدرسہ چھوڑنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا لیکن بمباری کی شدت کی وجہ سے طلبا کو رخصت کیا اور خود بھی مدرسہ اور گھر کو چھوڑ کر روانہ ہوئے۔

ایک متاثرہ خاندان کے سربراہ سے ملاقات ہوئی تو بندہ نے اُن کی ضروریات کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ایک بوری آٹا تا کہ اپنے لئے روٹی پکا سکیں۔

متاثرین تو اپنے گھروں سے نکل کر مردان، صوابی، چارسدہ، پشاور، نوشہرہ اور دیگر علاقوں کو پہنچے۔سب سے پہلا مسئلہ اُن کی رہائش کا تھا۔لہٰذا لوگوں نے اُن کے لئے گھر خالی کردئے۔کوئی خیموں میں رہنے لگا تو کوئی کھلے آسمان تلے زندگی کے شب و روز بسر کرنے لگے۔کچھ کو حکومت نے سرکاری سکولوں میں پناہ دی۔دوسرا مسئلہ کھانے پینے کا تھا کہ دو وقت کا کھانا کہیں سے میسر ہو جائے اور تیسرا مسئلہ مختلف بیماریوں کا تھا۔

ان حالات میں ادارہ اشرفیہ عزیزیہ (لوند خوڑ شاخ) نے متاثرین کی امداد کا فیصلہ کیا اور طے پایا کہ فری میڈیکل کیمپ لگایا جائے اور قرض لے کر فوری طور پر ادوئیات کا بندوبست کیا جائے۔کیمپ کے لئے جگہ اور ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کے نام کا بینر اور خدمت کے لئے ساتھیوں کی تشکیل، جب یہ سب کام مکمل ہوئے تو اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ کو ان تمام کاموں کی اطلاع کردی گئی۔انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے تو بینر وغیرہ ہٹا دئے جائیں اور نمائشی ترتیب کے مطابق کام کرنے سے گریز کیا جائے اور کیمپ میں بلانے کی بجائے نقد رقوم کی صورت میں متاثرین کی مدد کی جائے۔گھر گھر جا کر متاثرین کو عاجزی کے ساتھ امداد دی جائے۔نماز کی پابندی، اعمالِ صالحہ کی ترغیب اور توبہ استغفار وغیرہ کا کہا جائے۔

متاثرین جن جن جگہوں پر آباد تھے وہ دو قسم کی تھیں۔

ا۔ وہ مقامات جو نمایاں تھے مثلاً سرکاری سکول، کالج اور خیمہ بستیاں۔

۲۔ وہ مقامات جو دور دراز بستیوں اور دیہات میں تھے۔

اول الذکر مقامات کے متاثرین کی امداد تو شروع میں نہ ہونے کے برابر تھی۔ بعد میں مختلف تنظیموں، این جی اوز وغیرہ نے مختلف صورتوں میں امداد بہم پہنچائی۔حکومت نے بھی بندوبست کیا۔ایک بات جو کسی سے سنی ہے کہ اخباروں میں آیا ہے کہ امریکا کا سفیر شاہ منصور کیمپ آیا ہوا تھا اور کہا کہ متاثرین کی سب سے زیادہ امداد امریکہ نے کی ہے نہ کہ مسلمان ممالک اور یورپی ممالک نے۔لیکن لوگ اتنے بیوقوف نہیں ہیں کہ آنکھوں دیکھی حقیقت کو نہ جان سکیں۔

وہ جگہیں ہیں جو دور دراز علاقے اور دیہات ہیں وہاں پر جو متاثرین آباد تھے وہ تو نہایت کسمپرسی کی زندگی گزار رہے تھے، اُن کو کسی بھی قسم کی امداد نہیں مل رہی تھی۔ ہم نے اپنے کام کے لئے انہی علاقوں کو منتخب کیا۔ امدادی مہم کو مختلف مراحل میں تقسیم کیا۔سب سے پہلے متاثرین کی درجہ بندی کی۔

۱۔ بیوہ عورتیں اور یتیم بچے۔

۲۔ بوڑھے افراد کا کنبہ جن میں کوئی جوان مرد نہ ہو۔

۳۔ وہ خاندان جن میں معذور اور بیمار افراد ہوں۔

۴۔ علماء اور اُن کے خاندان۔

امداد پہنچانے کے لئے سلسلہ کے مقامی ساتھیوں کی خدمات حاصل تھیں۔بعض مقامات پر پیدل اور بعض جگہوں پر موٹر سائیکلوں کے ذریعے امداد پہنچائی گئی۔ وہ علاقے جن میں امداد پہنچائی گئی اُن میں شل گزرے بابا، سخاکوٹ، کوپر (درگئی)، الو، قاسمے، تازہ گرام، غونڈو (کاٹلنگ)، باغِ ارم، جنگے، کٹی گڑھی، کوٹکے، سنگہ، اکوڑ ڈھیری، غنو ڈھیری، عمر آباد، کریم کلے، لنڈے شاہ، گرتے شاہ، شاہ ڈھنڈ، دوڑہ، ڈاگئی، شوبلہ، سلو، شامل ہیں۔مختلف علاقوں کے لئے عارف سہیل صاحب، فضل تواب صاحب، زاہد عبید صاحب، مشتاق صاحب، فردوس خان صاحب، حافظ طاہر شاہ صاحب اور حافظ نصیر صاحب کی خدمات حاصل رہیں۔

امدادی مہم کے سلسلے میں بہت دور دور علاقوں میں پھیلے ہوئے علماء اور اُن کے خاندانوں کو بھی جا کر امداد پہنچائی۔ بہت مشکل سے اُن کے پتے معلوم کئے۔ اُن میں بہت تو ایسے تھے جو یہاں پر گمنام تھے لیکن اپنے علاقوں میں علمی سورج کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان خاندانوں میں ضلع سوات مینگورہ کے مشہور علمی خاندان مولانا فضل محمد سواتیؒ فاضل دیوبند، سابق مدرس دیوبند، بنوری ٹاؤن و بانی مہتمم مظہر العلوم مینگورہ سوات، کے بھائی مولانا فضل حکیم صاحب دامت برکاتہٗ المعروف ناظم صاحب (فاضل سہارنپور) جو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا

صاحبؒ کے براہِ راست شاگرد رہ چکے ہیں، عاجزی وانکساری میں علمائے دیوبند کا نمونہ ہیں اور قابل ادیب بھی ہیں اور اُن کے بھتیجے مولانا طیب صاحب (مہتمم مظہر العلوم) جو نہایت سنجیدہ طبیعت کے مالک ہیں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ خاندان کے تمام بالغ افراد حافظ اور قاری ہیں۔

دوسرا خاندان قاری اِندر گل صاحب اور اُن کے بیٹے مولانا قاری محمد امین صاحب کا ہے جو سخاکوٹ میں مقیم ہوئے۔ قاری صاحب کے تمام بیٹے عالم، حافظ اور قاری ہیں اور مینگورہ میں ایک معیاری مدرسہ چلا رہے ہیں۔ مولانا محمد صاحب سے بھی ملاقات قابلِ ذکر ہے۔ موصوف مینگورہ تبلیغی مرکز کے اہم رکن ہیں اور سوات میں مدرسہ بھی چلا رہے ہیں۔

بعض بیماروں اور آپریشن کیئے ہوئے مریضوں کا پتہ چلا کر اُن کی مالی مدد کی۔

ہمیں حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہٗ کی طرف سے یہ ہدایات ملی کہ گھر گھر جا کر امداد تقسیم کی جائے۔ اس طریقے سے نہ تو لوگوں کو قطار میں کھڑا ہونا پڑتا اور نہ بوڑھے، معذور اور عورتوں کو تکلیف ہوتی بلکہ یوں کہئے کہ اُن کے حصے کی تکلیف سلسلے کے ساتھیوں نے اپنے ذمے لے لی۔

ضلع مردان، صوابی کے مقامی لوگوں کی خدمات کا تذکرہ:

جونہی سوات، بونیر وغیرہ سے متاثرین کی آمد شروع ہوئی تو مقامی لوگوں نے اپنے گھروں حجروں کو خالی کر کے اپنے آئے ہوئے ان متاثرین مہمانوں کو رکھنا شروع کیا اور مسلمانوں کی مہمان نوازی کی صفت کا عملی مظاہرہ کیا۔ مقامی لوگ اس گرمی کے موسم میں بازاروں، چوراہوں پر شربت، پانی، بسکٹ اور پکے ہوئے چاولوں کے ساتھ اُن کے استقبال کے لئے کھڑے رہتے اور مذکورہ چیزوں کے ساتھ آنے والوں کی خدمت کرتے۔ بعض لوگوں نے تو ایثار کی یادگار مثالیں پیش کیں۔ ہمارے ایک دوست مولانا نثار صاحب جو کہ ایک مسجد میں امام ہیں نے عمرے پر جانے کے لئے پچاس ہزار روپے جمع کئے تھے، انہوں نے کہا کہ میں نے سوچا کہ عمرے کے لئے اللہ تعالیٰ کہیں اور سے بندوبست کر دے گا اور تمام رقم متاثرین کی ضروریات پر لگا دی۔ ہمارے ایک اور دوست فضل سبحان صاحب کا بیٹا میٹرک میں اچھے نمبروں سے پاس ہوا تھا، ہم نے اُن سے کہا کہ اس خوشی میں ہماری دعوت کرو۔ انہوں نے کہا کہ تنخواہ تو متاثرین کی مدد میں ختم کر دی ہے۔

سرکاری امداد:

متاثرین کو سرکاری امداد بہت تاخیر سے ملی۔ ایک مہینہ تو متاثرین کا ریکارڈ جمع کرنے اور رجسٹریشن کرنے پر لگا۔ اس کے بعد کہیں جا کر ان کی مداد کا سلسلہ شروع ہوا۔

ثعلبہ کا عبرتناک واقعہ

(بحوالہ احیاء العلوم از امام غزالیؒ)

ابوامامہ الباہلی سے منقول ہے، روایت کرتے ہیں کہ ثعلبہ ابنِ حاطب نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! دعا کیجیئے اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے۔ آپ نے اِرشاد فرمایا: اے ثعلبہ! تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کر سکے زیادہ مال سے بہتر ہے جس کا تو شکر ادا نہ کر سکے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! دعا کیجیئے اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے، آپ نے فرمایا: اے ثعلبہ! کیا تیرے لیے میرے عمل میں اسوہ نہیں ہے، کیا تو اللہ تعالیٰ کے نبی جیسا نہیں بننا چاہتا۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں یہ چاہوں کہ پہاڑ سونے چاندی کے ہوکر میرے ساتھ چلیں تو یہ ہوسکتا ہے۔ ثعلبہ نے عرض کیا: اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا اگر آپ میرے لیے دُعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے تو میں ہر حق والے کا حق ادا کروں گا، ضرور کروں گا۔ رسول اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ثعلبہ کو مال عطا فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے بکریاں خریدیں پھر وہ اِس طرح بڑھیں جس طرح کیڑے بڑھتے اور پھیلتے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ میں ان کے لیے جگہ تنگ ہوگئی اور اس نے مدینہ سے باہر ایک وادی میں سکونت اختیار کی۔ نقل مکانی کے بعد وہ مدینہ آکر صرف ظہر اور عصر کی نمازوں میں شریک ہوتا اور باقی نمازیں تنہا ادا کرتا۔ پھر بکریاں اور بڑھیں وہ وادی تنگ پڑ گئی وہ کچھ اور دور جا کر بس گیا جماعت سے نماز جاتی رہی صرف جمعہ باقی رہ گیا۔ اللہ نے بکریوں میں اور زیادتی عطا فرمائی، اور وہ کیڑوں مکوڑوں کی طرح بڑھنے لگیں۔ اب جمعہ کی پابندی بھی ختم ہوگئی مدینہ کی خیر خبر بھی وہ ان قافلوں سے معلوم کرلیا کرتا جو مدینہ منورہ نماز جمعہ کے لیے آیا جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے بھی ان کے بارے میں دریافت فرمایا: لوگوں نے اس کا حال بتلا دیا۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اِرشاد فرمایا وَیْحَ ثعلبہ (ہلاکت ہے ثعلبہ کی)۔ راوی کہتے ہیں کہ انہی دنوں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ

سَکَنٌ لَّھُمْ ط (توبہ:۱۰۳)

ترجمہ: آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے سے آپ ان کو پاک صاف کردیں گے اوران کے لیے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعاان کے لیے موجب اطمینان ہے۔

اس آیت کے ساتھ ہی صدقات کے احکام نازل ہوئے۔سرکارِدوعالم ﷺ نے جہینہ اور بنوسلیم سے ایک آدمی کوصدقات کی وصولی کے لیے مقرر فرمایا۔اورانھیں صدقات کی وصولی کاحکم نامہ لکھ کر دیااور حکم دیا کہ وہ مسلمانوں میں جائیں اوران کے مالوں کی زکوٰۃ وصول کریں۔یہ بھی فرمایا کہ ثعلبہ ابن حاطب اور بنوسلیم کے فلاں شخص کے پاس بھی جائیں اوران دونوں سے بھی زکوٰۃ لیں۔راوی کہتے ہیں کہ یہ دونوں گئے۔پہلے ثعلبہ کے پاس پہنچے اوراس سے زکوٰۃ کا مطالبہ کیااورسرکارِدوعالم ﷺ کا حکم نامہ پڑھ کرسنایاثعلبہ نے کہا: یہ تو جزیہ ہے یہ تو تاوان ہے یہ تو جزیہ کی بہن ہے۔اب تو چلتے پھرتے نظر آؤ،اور جہاں جارہے ہوجاؤ، پھر آنا، وہ لوگ سلیمی کے پاس پہنچے،اوراسے آپ کا حکم نامہ دکھلایا وہ شخص تعمیل حکم کے لیے فوراً کھڑاہوگیا،اوراپنے اونٹوں میں سے عمدہ اونٹ نکال کرزکوٰۃ کے لیے علیٰحدہ کیئے،اوران کے سامنے کردئے کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے،انہوں نے کہا کہ مال دینا تجھ پرواجب نہیں ہے ہم یہ مال نہیں لیں گے۔اس نے کہا آپ یہ مال قبول کرلیں، میں بطیّب خاطر پیش کررہا ہوں۔ وصولیابی سے فارغ ہونے کے بعدان کا گزرثعلبہ پرہوا،انہوں نے پھرزکوٰۃ کا مطالبہ کیا،اس نے کہا: لاؤ مجھے وہ حکم نامہ دکھلاؤ،انہوں نے حکم نامہ اس کی طرف بڑھایا،اس نے آپ کا مطلوب پڑھااور یہ کہتے ہویے واپس کردیا کہ یہ زکوٰۃ نہیں بلکہ جزیہ کی بہن ہے۔اب جاؤ، میں ذراساچ لوں،اس کے بعدکوئی جواب دونگا۔وہ دونوں سرکارِدوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضرہوئے۔آپ ﷺ نے انھیں دیکھتے ہی فرمایا: ثعلبہ کے لیے ہلاکت ہےاورسلیمی کے حق میں دعافرمائی۔ان دونوں صحابیوں نے آپ کوثعلبہ کے خیالات اورطرزعمل سےاورسلیمی کے سلوک سے مطلع کیااس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَ مِنْھُمْ مَّنْ عٰھَدَ اللّٰہَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِہٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ O فَلَمَّآ اٰتٰھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ بَخِلُوْا بِہٖ وَ تَوَلَّوْا وَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ O فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا فِیْ

قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ O (توبہ: ۷۵ تا ۷۷)

ترجمہ: اوران منافقین میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ ہم کو اپنے فضل سے (بہت سا مال) عطا فرمادے تو خوب خیرات کریں اور ہم اس کے ذریعے سے خوب نیک کام کیا کریں سو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے مال دے دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے، اور روگردانی کرنے لگے اور وہ روگردانی کے عادی ہیں سو اللہ نے اس کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق (قائم) کر دیا (جو) اللہ کے پاس جانے کے دن تک رہے گا اس سبب سے کہ انہوں نے اللہ سے اپنے وعدے میں جھوٹ بول کر خلاف کیا۔

اس وقت جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں ثعلبہ کا ایک رشتہ دار سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا، اس نے یہ آیات سنیں، اور ثعلبہ سے جا کر کہا کم بخت تیرا ناس ہو، اللہ نے تیرے بارے میں یہ آیات نازل کی ہیں۔ ثعلبہ گھبرایا ہوا سرکارِ دو عالم ﷺ کے پاس آیا، اور کہنے لگا کہ میں زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہوں، آپ قبول فرمالیجئے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ نے تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے۔ یہ سن کر ثعلبہ نے اپنا سر پیٹ لیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تیرے عمل کی سزا ہے، جیسا تو نے کیا ویسا پایا، میں نے پہلے ہی تجھے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تھا لیکن تو نے میری اطاعت نہیں کی، ثعلبہ مایوس ہو کر گھر لوٹ گیا، جب سرکارِ دو عالم ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو وہ ان کے پاس آیا، اور زکوٰۃ قبول کرنے کی درخواست کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی زکوٰۃ لینے سے انکار کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی روایت برقرار رکھی۔ ثعلبہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ یہ ہے مال کی سرکشی اور اس کی نحوست۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقیری میں برکت ہے، اور مالداری میں نحوست ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے لئے، اور اپنے گھر والوں کے لیے فقیری پسند فرمائی۔

اھلِ حق

(ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ)

اہل حق ہر دور میں دین کے لئے کوششیں کرتے رہے ہیں۔ دینی علوم کا بیان بطور تقریر یا بطور تحریر اس کا لازمی حصہ ہے۔ کوئی بھی عقلِ کُل اور **معصوم عنِ الخطا** (غلطیوں سے پاک) ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ **معصوم عنِ الخطا** تو صرف انبیاء علیہم السلام ہی ہوتے ہیں۔ جو کوشش ہی نہ کرے اُس سے تو کوئی خطا نہیں ہوگی لیکن جو کوشش کرے گا اس سے خطا بھی سرزد ہوگی۔ اس طرح کوشش کرنے والے خطاؤں کے باوجود کوشش نہ کرنے والوں سے افضل ہوئے بشرطیکہ اُن کو اس کا احساس ہو۔ چنانچہ ہر زمانے میں اہلِ حق اپنی تقریر و تحریر کے بارے میں محققین کی طرف سے تبصرہ، تنقید، تصحیح کی قدر کرتے رہے ہیں اور اپنی غلطی معلوم ہونے پر علی اعلان اُس کا اقرار کر کے اُس سے رجوع (پیچھے ہٹنا) کرتے رہے ہیں۔ حکیم الامت، مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت قابل اور بہت تنقیدی عالم کو معاوضہ دے کر اپنی کتابوں کی نظر ثانی کے لئے مقرر کیا تھا۔ ان صاحب اور دیگر حضرات کے مشوروں کی بنا پر آپؒ نے اپنی بعض باتوں سے رجوع فرمایا۔ یہی بات اہلِ حق ہونے کی علامت ہوتی ہے۔

حضرت سید سلیمان ندویؒ زندگی کے آخری سالوں میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جبکہ پوری دنیائے اسلام میں حضرت سید سلیمان ندویؒ کی شخصیت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ چنانچہ عالمی اسلامی کانفرنسوں میں وہی ہندوستان سے مسلمانوں کے نمائندہ ہوتے تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے سید صاحبؒ سے فرمایا کہ آپ سے فلاں صحابیؓ کی حدیث پر تنقید ہوئی ہے اُس سے آپ توبہ کریں گے اور توبہ نامہ اخبار میں شائع کریں گے تب بیعت کروں گا۔ سید صاحبؒ نے بلا تامل فوراً اخبار میں توبہ نامہ شائع کیا۔ حضرت حکیم الاملتؒ اتنے خوش ہوئے کہ فی البدیہہ سید صاحبؒ کی شان میں

اشعار کہے:

از سلیماں گیر اخلاصِ عمل	(سلیمان سے عمل کا اخلاص سیکھو
داں تو ندوی را منزہ از دغل	اور ندوی کو ہر ٹیڑھے پن سے پاک جانو
اے دلت معمور از اسرار حق	اے وہ ہستی جس کا دل حق کے رازوں سے بھرا ہوا ہے
اے دلت معمور از اخبارِ حق	اے وہ ہستی جس کا دل حق کی خبروں سے بھرا ہوا ہے)

بیعت کیا اور تھوڑے عرصے میں ہی کامل ہو گئے۔

بندہ نے اپریل ۲۰۰۹ء کے شمارے میں جناب حضرت مولانا طارق جمیل صاحب کی بعض باتوں پر تبصرہ لکھا تھا۔ اس قسم کا تبصرہ اور حضرات نے بھی اپنے رسالوں میں لکھا تھا۔ جناب طارق جمیل صاحب نے اُن باتوں سے تحریری رجوع فرمالیا اور آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ بھی فرمالیا۔ اُن کا بیان جو ماہنامہ 'طائفہ منصورہ' لاہور کے جون ۲۰۰۹ء کے شمارے میں شائع ہوا، مندرجہ ذیل ہے:

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحمید صاحب لدھیانوی (مدرسہ باب العلوم، کہروڑ پکا) اور علماء کرام کی ایک بھری مجلس کے اندر مولانا طارق جمیل صاحب نے اپنی غلطیوں پر معذرت کی ہے اور ساتھ فرمایا کہ "یہ میری تعبیر کی غلطیاں ہیں عقائد کی نہیں، عقائد میرے وہی ہیں جو 'زبدۃ المحدثین' میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے 'المہند علی المفند' کے اندر درج فرما دیئے ہیں۔ میں معذرت خواہ ہوں، آئندہ احتیاط کروں گا۔"

یہ تحریر مولانا عبدالحمید صاحب کے خطوطی اوراق (لیٹر پیڈ) پہ لکھی ہوئی ہے اور اُس پر شیخ الحدیث صاحب سمیت مولانا منیر احمد صاحب، مولانا ظفر احمد قاسم صاحب اور مولانا طارق جمیل صاحب کے دستخط موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ اُن کے درجات کو بلند فرمائے اور اُن کے علم و عمل میں برکت نصیب فرمائے اور ہمارے سمیت اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

ایک سوال کا جواب

(ادارہ)

جناب ڈاکٹر صفدر صاحب نے تحریری طور پر پوچھا کہ غزالی جو دینی لحاظ سے بہت محتاط اور معیاری رسالہ ہے، اُسکے ماہِ مئی ۲۰۰۹ء کے شمارہ میں ''نئی نسل کی ذہن سازی'' کے عنوان سے جو مضمون شائع ہوا اُس میں مضمون لکھنے والی محترمہ کا نام کیوں لکھا گیا ہے؟ نیز اُن کے چھ ہفتوں کے سفر کا کیا جواز بنتا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ واضح نام کی جگہ فلاں کی بیٹی یا بہن لکھا جائے تو زیادہ اچھا ہے لیکن نام لکھنا بھی نا جائز نہیں ہے۔ صحابیات اور ازوجِ مطہرات کی روایتیں احادیث میں اُن کے واضح ناموں کے ساتھ ہیں۔ ادارہ اُن کے بغیر محرم کے سفر کے حق میں نہیں ہے صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ اہلِ کفر نئی نسل کو اپنی ہمنوا بنانے کے لئے اور اسلام پر اُن کے ذہنوں میں اعتراضات پیدا کرنے کے لئے کیسی کوششیں کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

صفحہ ۳۲ سے آگے

تو انھوں نے کہا کہ پہلے تین دن خوب تنگ ہوئے تھے، درمیانے تین دن میں ہم برداشت کرتے رہے اور آخری دنوں میں بڑا مزہ آرہا تھا۔ میں نے کہا کہ پہلے تین دنوں میں تو ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعے سارا آپریشن اور جراحی اپنی اور آپ کی ہو رہی تھی۔ اس میں سوئی چبھ رہی تھی، چاقو لگ رہے تھے۔ تکلیف تو ہوتی ہے جب آدمی کے عیب بیان ہو رہے ہوں لیکن اس میں اگر اتنا فہم پیدا ہو جائے کہ یہی میرے عیب میرا راستہ مار رہے ہیں، ان کا دُور کرنا ضروری ہے تو پھر یہاں سے فائدہ شروع ہو جاتا ہے اور رحمت کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جب عیوب دُور ہو جائیں تو بس مسائل دُرست ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتھم)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب) (قسط نمبر: ۱۳)

نفس کے رُوحانی اور نفسانی مزے:

فرمایا کہ مزہ ایک نفسانی ہے اور ایک رُوحانی ہے۔ نفسانی مزے کون کونسے ہیں؟ نفسانی مزے کھانے پینے کے مزے ہیں۔ زبان کا ذائقہ، آنکھ کا ذائقہ، کان کا ذائقہ، جنسی ذائقہ، تو جگہ جگہ نفس کے اندر مزے ہیں۔ کوئی لوگ کان کے مزوں کے عاشق ہو جاتے ہیں اور ساری چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر دن رات ڈھول باجے والوں کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔ ہمارے ایک رشتہ دار تھے اُنھوں نے اپنی دُکان، کاروبار سب کچھ لُٹا کر ڈھول باجے والے قوالوں کی نظر کر دیئے تھے۔

ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ کے ایک خاص مرید ہوتے تھے، اُن کا بھائی باڑہ میں ایک چرسی پیر کے ہتھے چڑھ گیا۔ اُس کو پکڑنے اور تلاش کرنے کے لیے اس کے بھائی باڑہ گئے تو وہ وہاں چرسی پیر کی درگاہ میں ملا۔ اُنھوں نے بتایا کہ وہ پیر رباب بجا رہا تھا اور اس میں ایسی کشش تھی کہ اگر سُننا حرام نہ ہوتا تو میں اُس سے کہتا کہ آپ ہمیں دوبارہ سنائیں۔ ان کے بھائی پر ایسا جادو کیا ہوا تھا کہ بس یہ گھر میں ٹِک نہیں سکتا تھا، دوڑ کر اُس کے پاس پہنچتا تھا، تو کوئی کان کے ذائقے میں پھنسا ہوا ہے۔ ایسے ہی آنکھ کا ذائقہ ہے، زبان کا ذائقہ ہے، شادی بیاہ کا ذائقہ ہے، بڑا بننے کا ذائقہ ہے کہ ہم ممبر ہو جائیں، وزیر ہو جائیں۔ اپنا سارا کمایا ہوا اُس پر خرچ کر دیتے ہیں۔ کمانے میں کتنی تکلیف اُٹھاتے ہیں اور جب مال آ جاتا ہے تو مال کو بے دریغ جاہ (بڑا بننے کا جذبہ) پر خرچ کرتے ہیں، سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔

ایک حاجی صاحب تھے، خود تو سینٹر بن گئے اور چھوٹے بھائی کو اُنھوں نے قومی اسمبلی کے الیکشن کے لیے کھڑا کیا۔ کسی نے بتایا کہ دو کروڑ روپے خرچہ ہوا ہے اور ہار گئے ہیں۔ جب وہ ہارے تو اپنے مخالف پر مقدمہ قائم کیا۔ ماشاء اللہ حاجی صاحب بڑے ہوشیار تھے۔ اگر دو کروڑ روپے اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیے ہوتے تو اُن کے ہاتھ اُٹھانے پر (دُعا کرنے پر) لوگوں میں حکومتیں تقسیم ہوتیں۔

ایک آدمی نے حضرت بوعلی قلندرؒ کے سامنے آ کر شکایت کی کہ بادشاہ کے فلاں کارندے نے

مجھے یہ تکلیف پہنچائی ہے۔ تو اُنھوں نے بادشاہ کے نام خط لکھا:

بازگیر ایں عاملے بدگوھرے ورنہ بخشم ملكِ تو بادیگرے

(کہ تُو اپنے اس نالائق عامل کو ٹھیک کردے ورنہ تیرا ملک میں کسی دوسرے کو دے دونگا)

تو ایسے اللہ تعالیٰ کے تعلق والے بندے بھی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت تو چیز ہی کچھ اور ہے:

فرمایا کہ حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک رات کو بارگاہ خداوندی میں التجا کی کہ اے اللہ! مجھے یہ بتا دے کہ بہشت میں میرا یار و مصاحب کون ہوگا، آواز آئی فلاں چرواہا۔ حضرت جنید بغدادیؒ اس چرواہے سے جا کر ملے اور کئی دن اس کا حال دیکھنے کے بعد پوچھا: تم پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو اس کے سوا کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو اس قدر قبولیت کا باعث ہو، شاید یہ اعلیٰ مرتبہ جو تمھیں ملا ہے وہ تمہارے کسی باطنی معاملہ کے سبب سے ہے۔ چرواہے نے جواب دیا کہ اے خواجہ جنید! میں ایک جاہل آدمی ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ معاملہ کس کو کہتے ہیں اور باطن کیا ہوتا ہے، البتہ مجھ میں دو خصلتیں ہیں ایک یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سب پہاڑوں کو سونے کا کردے اور میرے قبضۂ تصرف میں ہوں، اور وہ سب میرے پاس سے جاتے رہیں تو مجھ کو ان کے نہ ہونے کا رنج و غم نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجھ سے جفا کرے یا مجھ پر احسان و وفا کرے تو میں وہ جفا و وفا اس کی طرف سے نہیں جانتا بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہوں۔

یہی تو باطن کی وہ دو صفات و کمالات ہیں جو اس کو حاصل ہیں۔ ہمارے ایک نیم مجذوب بزرگ ہیں وہ بڑی عجیب و غریب باتیں کیا کرتے ہیں۔ ایک دن آئے مجھے اور عالمگیر صاحب انجینئر کو پکڑا اور گاڑی میں بٹھا کر پشاور شہر سے نکل کر کافی دُور بیابانوں میں ایک اینٹوں کے بھٹہ پر لے گئے۔ وہاں ایک جھونپڑا نما گھر اور مسجد تھی، وہاں بیٹھ کر اُنھوں نے کہا کہ فلاں کو لے کر آؤ۔ جب اس آدمی کو بلا کر لے آئے تو اس سے پوچھا کہ آپ کی گائے نے بچہ دیا ہے کہ نہیں، آپ کی مرغیاں ٹھیک ہیں کہ نہیں، پھر پوچھا کہ حال آسودہ ہے کہ نہیں۔ یہ مجذوب بڑے دُعا والے بزرگ تھے۔ بھٹہ والے شخص نے کہا کہ آپ کھانا کھائیں گے، تو ان مجذوب بزرگ نے کہا کہ ہاں کھائیں گے۔ وہ شخص دو خشک روٹیاں لے کر

آیا۔ مجذوب صاحب نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم سب کو تقسیم کیں، پھر اس آدمی سے باتیں کروائیں ۔اینٹیں بنانے والا مزدور، اس نے جو اپنی سادہ دیہاتی زبان میں معرفت کی باتیں کیں تو اس دن اندازہ ہوا کہ اللہ کی معرفت صَرف ونحو اور منطق پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ تو چیز ہی کچھ اور ہے۔ صرف، منطق اور معانی پڑھنا نعوذ باللہ بیکار نہیں ہے، اس کا پورا اجر وثواب ہے۔

بس میرے بھائی! وقت تھوڑا ہے اور منزل بڑی قریب ہے، زندگی پر فوری نظر ثانی کی ضرورت ہے اور اپنے آپ کو آخرت کے سفر کے لیے تیار کرنا ہے، اس پر غور فرمائیں۔

خرابی تو انسان کے اپنے نفس میں ہوتی ہے:

فرمایا کہ اکثر اوقات خرابی تو انسان کے اپنے نفس میں ہوتی ہے اور وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ خرابی اور لوگوں میں ہے اور میں جو پریشان ہو رہا ہوں تو اس وجہ سے ہو رہا ہوں۔ حالانکہ خرابی اس کے اپنے نفس میں ہے اُس سے یہ پریشان ہو رہا ہے۔ یہ تو بہت آسان ہے کہ میں کھڑا ہو کر کہہ دوں کہ ساری خرابی معاشرے میں ہے، ساری خرابی سیاسیوں میں اور حکومتوں میں ہے، فلاں میں ہے فلاں میں ہے۔ جبکہ میں تو باشرع آدمی ہوں، پاک اور صاف ستھرا ہوں۔ دوسروں کے عیوب جب بیان کئے جا رہے ہوں تو آدمی کو بڑا مزہ آتا ہے کیونکہ اس سے اس بات کا اعلان ہو رہا ہوتا ہے کہ ہم تو پاک وصاف اور مقدس شخصیات ہیں۔

عموماً دین کا کام کرنے والے لوگوں نے گروہ بنائے ہوئے ہوتے ہیں اب ایک آدمی بیان کرے تو اس کے حواری یہ کہتے ہیں کہ "آج شیخ صاحب نے بیان کیا اور ان رذیلوں (مخالفین) کو آنکھوں آنکھوں میں مارا" (یہ پشتو کا محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کہ خوب ذلیل کیا) بہت مزہ آیا تقریر میں کیونکہ برائیاں تو دوسروں کی بیان ہو رہی تھیں اور مزہ ہمیں آرہا ہے۔ جبکہ تصوف کی تو بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ برائی بیان ہو گی تو تیری اور میری کہ تیرے اندر کیا خرابی ہے؟ اور میرے اندر کیا خرابی ہے؟ اس کا مزہ نہ تجھے آئے گا اور نہ مجھے آئے گا بلکہ تکلیف ہو گی۔

ہمارے اعتکاف میں ایک حاجی صاحب آئے ہوئے تھے میں نے پوچھا کہ حاجی صاحب! کیا تاثرات ہیں؟ (باقی صفحہ ۳۰ پر)
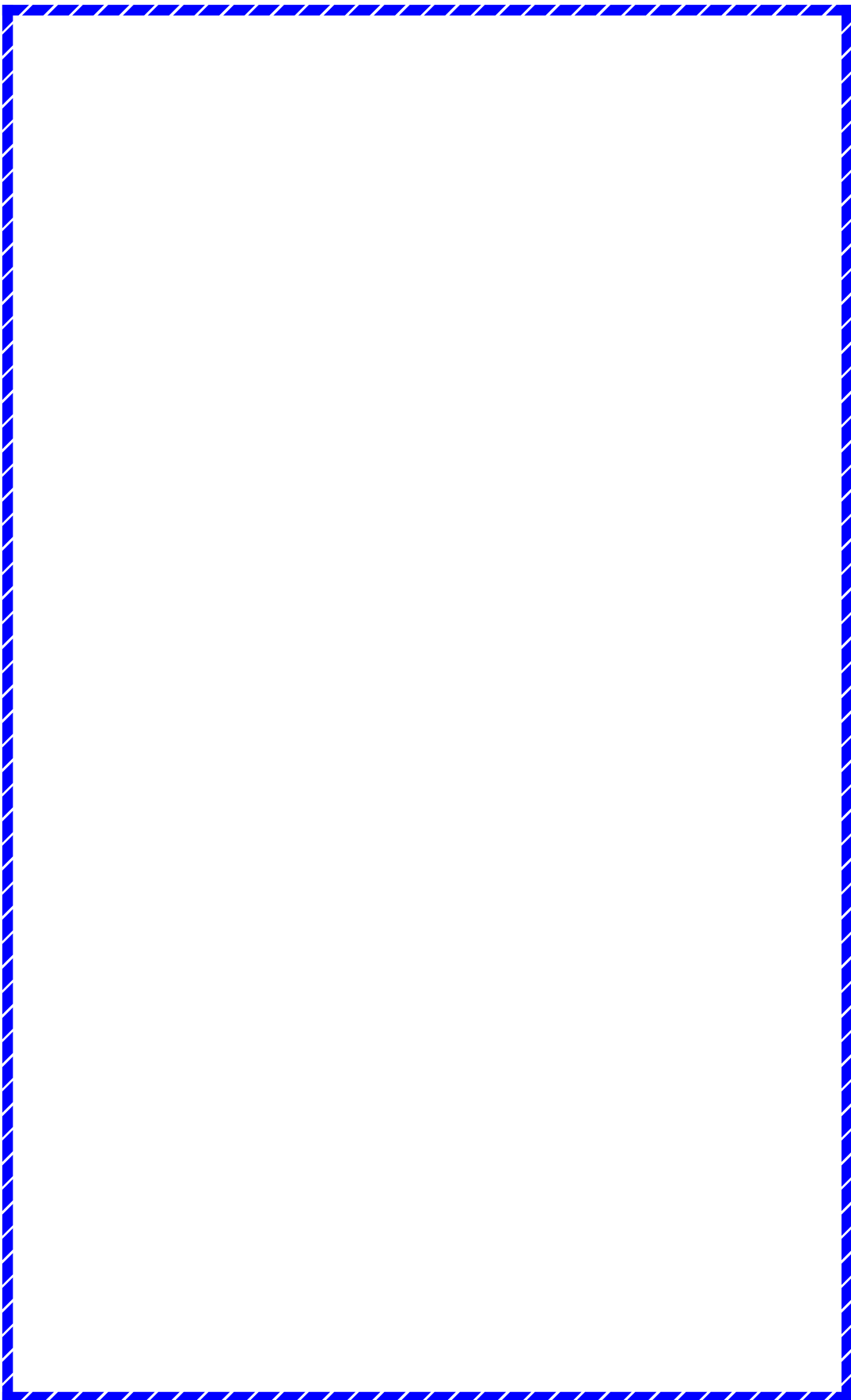
جنت کے راستے

(ماہنامہ الدعوۃ اِلی اللہ، اپریل: ۲۰۰۸ء سے ظہور الٰہی فاروقی صاحب کا انتخاب)

ہادیٔ برحق، محسنِ انسانیت، عظمت البشر، افضل الانبیاء، ختم الرسل، سرکارِ دو عالم جناب حضرت محمد ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مرتبہ تندور میں روٹیاں لگا رہی تھیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اپنی لختِ جگر سے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا! ایک روٹی میں بھی لگا دوں؟ چنانچہ آپ ﷺ

نے بھی ایک روٹی بنائی اور فرمایا کہ تندور میں لگا دو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ روٹی تندور میں لگا دی۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روٹیاں لگا کر فارغ ہوگئیں تو کہنے لگیں......ابا جان! سب روٹیاں پک گئی ہیں مگر ایک روٹی ایسی ہے کہ جیسے لگائی تھی ویسی ہی لگی ہوئی ہے، اس پر آگ نے کوئی اثر نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ جس آٹے پر میرے ہاتھ لگ گئے ہیں اس پر آگ اثر نہیں کرے گی۔ **سُبحان اللہ!**

اسی طرح ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر گیا۔ میں کھانا کھا رہا تھا، اُنہوں نے اپنی باندی سے کہا: جاؤ تولیہ لاؤ۔ جب وہ تولیہ لائی تو دیکھا کہ میلا کچیلا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے غصے سے دیکھا اور فرمایا کہ جاؤ، اسے صاف کر کے لاؤ۔ وہ بھاگی اور تولیہ کو تندور میں ڈال دیا۔ کچھ دیر بعد نکالا تو وہ صاف ستھرا ہوگیا تھا۔ میں یہ سب دیکھ کر حیران ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اُنہوں نے اس تولیہ سے ہاتھ صاف کیے تھے۔ اس کے بعد اس تولیہ کو جب تندور میں ڈالتے ہیں، آگ اس کے میل کچیل کو کھا جاتی ہے اور تولیہ صاف ہو جاتا ہے۔

یہ تو تھیں لمس نبوی ﷺ کی برکات، اب ذرا سوچیے کہ جس جسم میں طریقۂ محمدی ﷺ نقش ہو جائے، جس دِل میں لا الہ الا اللہ سما جائے اور جس جسم پر طریقۂ محمد رسول اللہ ﷺ آ جائے وہ کس قدر خوش نصیب ہے اور انشاء اللہ وہ یقیناً جہنم کی آگ سے آزاد بھی ہے۔ جب یہ بے جان چیزیں لمس نبوی ﷺ کی برکت سے دُنیا کی آگ سے محفوظ ہوگئیں تو یہ اشرف المخلوقات......انسان سنن نبوی ﷺ کی برکات کی بدولت جہنم کی آگ سے کیوں آزاد نہیں ہوگا۔ اور اس سے بھی زیادہ خوش نصیب وہ ہیں جو نہ صرف اپنے آپ کو محمدی بنانے کی کوشش میں ہیں بلکہ اوروں کو بھی عشقِ رسالت کا جام پلانے میں مصروف ہیں۔ اللہ ربّ العزت پورے عالم کے انسانوں کو سنن رسول اللہ ﷺ کے سانچے میں ڈھال دے۔ آمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا عِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا عِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف،

بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لا الہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اَللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی ۔۔۔ موت آنی ہے آکر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی ۔۔۔ کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٌ شَارِبُوْهَا ۔۔۔ وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٌ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یااللہ!، دستم گیر یااللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یااللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصَلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ط اِلٰهِیْ بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَامِ.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰارِثِیْنَ o رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لاالہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الااللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

ے جان جانی ہے جا کر رہے گی　　　موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

ے پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی　　　کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ کُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْھَا وَالْقَبْرُ بَابٌ کُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْھَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نمازِ عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کوختم ہوتا ہے۔مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہرروز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆